مولانا سیدابوالحسن علی ندوی

اسلام ہر دور میں قیادت و رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے

عالم اسلام کے عظیم مفکر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ایک تقریر جو ہمارے دینی مدارس، دینی طلباء، مدرسین، دینی جماعتوں کے سربراہوں اور کارکنوں، مختلف دینی اداروں اور علماء کے لئے یکساں فکرانگیز ہے۔ خاص طور پر ان دینی جماعتوں کے لئے نہایت اہم ہے جن کے سربراہ زمانہ سے متاثر ہو کر اسلام کی اصل کو مسخ کرنے کی سعی مذموم کر رہے ہیں اور احساس کمتری میں مبتلا ہو کر جمہوریت جیسے کافرانہ و مشرکانہ نظام ریاست و سیاست کی اسلام میں پیوند کاری کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

الحمدلله رب العالمين و الصلوٰة والسلام علىٰ سيدنا و نبينا محمد و علىٰ آله و صحبه اجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين، و بعد! فاعوذ باالله من الشيطن الرجيم،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (سورة توبه، ع ۱۵)

حضرات! میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کی آیت پڑھی ہے، اگر میرا قرآن شریف کے ایک طالب علم کی حیثیت سے، ایک عربی داں، ایک مطالعہ کرنے والے کی حیثیت سے امتحان لیا جائے کہ یہ بتائیے کہ جن کی دنیا میں شہرت اور عزت پھیلے؛ جن کی اہمیت بلند آواز سے، اور بڑی فصاحت و بلاغت سے واضح کی جاتی ہے، اور جن کے لئے بڑی بڑی جانفشانیاں کی جاتی ہیں، اور ان کو دین اور اسلام کا قلعہ کہا جاتا ہے، قرآن مجید میں کہیں اس کا تذکرہ ہے. قرآن مجید میں بہت سی ایسی حقیقتیں بیان کی گئی ہیں جو کسی کتاب میں مشکل سے نہیں ملتیں. یہ بتائیے کہ کس چیز کی بڑی اہمیت ہے دین کی نگاہ میں، اور دین والوں، اور علماء اور دانشوروں کی نگاہوں میں. اور مورخوں اور ناقدین نے بھی اس کو بہت بڑا حق دیا ہے قرآن مجید میں بھی ان کا ذکر ہے، تو میں کہوں گا کہ ہاں اس آیت میں ان کا ذکر ہے، اگر آپ غور کریں، ایسی بہت سی حقیقتیں ہیں جن پر غور کرنے کی نوبت نہیں آتی، روزمرہ کی زندگی میں بھی، اور ان مدارس میں بھی بعض چیزیں ایسی بدیہی سمجھ لی جاتی ہیں اور حقیقت روزمرہ کی سمجھ لی جاتی ہیں، جن کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی، اور آدمی کو غور کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی، ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال ہی نہ پیدا ہوا ہو، اس میں صاف مدارس کے نام لئے بغیر اس لئے کہ نام لینے میں، الفاظ بدلتے رہتے ہیں، مدارس ہی کو لیجیے، کسی کو معاہد، کسی کو مراکز، کسی کو جامعات کہا جاتا ہے، مختلف الفاظ میں، مختلف اداروں میں، لیکن جو مدارس کی خصوصیت اور مقصد ہے، اور اس کی افادیت ہے، وہ اس آیت میں بیان کر دی گئی ہے، یہ وہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جو خالق فطرت اور خالق کائنات ہے، اور وہ انسان کی کمزوریوں اور ضرورتوں سے بھی واقف ہے، عالم الغیب ہے، وہ اپنے ان تمام صفات کے ساتھ جس طرح اس آیت میں اشارہ کیا ہے، ایسے مراکز جہاں دین کا گہرا علم حاصل کیا جائے، دین کا عمیق اور وسیع آفاقی علم حاصل کیا جائے، جو ہر زمانہ میں کام دے سکے، اس آیت میں اگرچہ مدارس کا نام نہیں لیا، اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند

تھی، تو اس آیت میں بالکل مدارس کی تصویر آگئی ہے، اور مدارس کی ضرورت اور افادیت بھی آگئی، اور اس میں مدارس کا فرض بھی بیان کر دیا گیا، فرماتا ہے کہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ اہل ایمان سب کے سب گھروں سے نکل جائیں، اور زندگی کی ضروریات سے بالکل آنکھیں بند کرلیں، یہ تو ہونے والی اور ممکن العمل بات نہیں، پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ان میں سے ایک جماعت اس کام کے لئے تیار ہو جائے، تاکہ وہ دین میں فقہی سمجھ حاصل کریں، عربی زبان میں سمجھنے کے لئے بیسیوں لفظ ہو سکتے ہیں، فہم، معرفت، علم، تعقل کا لفظ بھی ہے، لیکن تفقہ کا لفظ خاص معنی رکھتا ہے، اس کے معنی ہیں دین میں گہری سمجھ حاصل کریں، دین کے ذخیرہ سے پورے طور پر حاوی ہو جائیں، زمانے کی ضرورت کو سمجھ سکیں، اور بدلتے ہوئے زمانہ اور دائمی دین کے درمیان رشتہ پیدا کر سکیں۔

ایک بات یاد رکھئے کہ یہ دین تو دائمی ہے، زمانہ بدلنے والا ہے، جو ظرف ہے اور ظرف بدلتا رہتا ہے، لیکن دین کی حقیقت، دین کا مطالعہ دین کی بنیادی باتیں نہیں بدلتیں، تو نہ بدلنے والا دین ہے اور اس کا بدلنے والے زمانہ کے درمیان رشتہ پیدا کرنا، پیوند لگانا یہ معمولی کام نہیں ہے۔

"دین کی اصلیت اور حقیقت، دین کے واجبات و فرائض، دین کے صحیح حقائق اور مطالبات میں تو ذرہ برابر بھی فرق نہ آنے پائے، لیکن وہ دین زمانہ کا ساتھ دے سکے، زمانہ کی رہنمائی کر سکے، زمانہ کتنا ہی بدل جائے، تمدن کتنا ہی وسیع ہو جائے، مختلف علوم کی کتنی ہی ترقیاں ہو جائیں، انسان ہوا میں اڑنے لگے، اور پانی پر چلنے لگے، اور زمانہ لاکھوں میل کے حساب سے آگے بڑھ جائے، ذہنی، فکری، عقلی طور پر وہ ثابت کر سکتا ہے کہ دین اس زمانے میں رہنمائی کر سکتا ہے، آج بھی وہ تمام مسائل و ضروریات، یہاں تک کہ زمانہ کے معموں اور پہیلیوں کو بجھا سکتا ہے، زمانے کے ساتھ چلنے ہی نہیں بلکہ قیادت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور زمانہ کو بے راہ روی اور نسل انسانی کو اپنی خود کشی سے بچا بھی سکتا ہے، وہ اپنی جگہ اپنے تعلیم اور حقائق میں ابدی ہے، زمانہ کتنا ہی ترقی کر جائے اس میں فرسودگی اور قدامت پیدا نہیں ہو سکتی، آؤٹ آف ڈیٹ جسے کہتے ہیں، دین آؤٹ آف ڈیٹ ہو چکا ہے، یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ زمانہ بدلنے والا ہے یہ اس کی تعریف ہے برائی نہیں ہے، زمانہ کہتے ہی اسے ہیں جو بدل سکے، اور وہ تو ایک پرانی عمارت ہے یا ایسی چیز ہے جس میں زندگی نہیں، زندگی کے ساتھ تغیر و تبدل بھی لگا ہوا ہے، نمود و ارتقاء بھی لگا ہوا ہے، نئے نئے تجربے بھی لگے ہوئے ہیں، زمانہ تو بدلے گا اور بدلنا چاہیے، لیکن دین زمانہ کی طرح بدلتا بھی نہیں اور زمانہ سے پیچھے بھی نہیں رہ جاتا۔

یہ کام بڑا نازک اور بڑا اہم ہے، اور یہ بات بھی تاریخ کے ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ مذاہب کی تاریخ بتاتی ہے اور انصاف پسند لوگوں نے اس کا اعتراف کیا ہے، ہندوستان کے بے لاگ مصنفوں نے اس کا اعتراف کیا ہے، ہمارے ملک کے مذاہب زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکے اور صدیاں ایسی گذر گئیں جن میں خلا رہا، کوئی ایسا آدمی پیدا نہیں ہوا جو زمانہ کا دین سے رشتہ جوڑ سکے، اور زمانہ کو دین کا تابع بنا سکے اور زمانے کو دین کا قائل بنا سکے، اور زمانے میں خلا نہ پیدا ہونے دے، اس سلسلہ میں میں نے اپنی کتاب "تاریخ دعوت و عزیمت" کے پہلے حصہ کے مقدمہ میں صاف صاف ان مغربی فضلاء ہندوستانی مؤرخین کی کتابوں کے صفحے کے حوالہ سے نقل کیا ہے، کہ صدیاں گذر گئیں اور ہمارے یہاں کوئی ایسا ریفارمر پیدا نہیں ہوا، کوئی مجدد پیدا نہیں ہوا جو اس دین کو ضرورت کے تابع کر سکے، اور جو اس میں رخنہ پیدا ہو گیا ہے، اس کو بھر سکے۔ اور انہوں نے یہ بات بڑی دیانت داری اور جرات کے ساتھ کہی ہے، میں تاریخی ذوق رکھنے والے کی حیثیت سے کہتا ہوں، یہ دو خصوصیتیں ایک تو یہ کہ دین کوئی فرسودہ چیز، کوئی زمانہ قدیم کی یادگار نہیں بلکہ زمانے کی رہنمائی کرنے والا اور صحیح راستہ پر چلانے والا، اور افراط و تفریط اور اس میں مبالغہ جو پیدا ہو جاتا ہے۔ اسلام کی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ کسی زمانہ میں یہ خلا نہیں ہونے پایا، مجھے معاف کیا جائے، میں مجبوراً اپنی کتاب کا نام لیتا ہوں، تاریخ دعوت و

عزیمت کی پانچ جلدیں ہیں، اس میں میں نے یہ دکھایا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ صاحب کے زمانہ تک کوئی ایسا زمانہ نہیں گذرا، کسی ملک میں ایسا نہیں ہوا کہ وہاں ایک خلا محسوس ہوا ہو، ایک برائی پیدا ہوئی ہو، اس کو کوئی برائی کہنے والا نہیں، اور ضرورت کی تکمیل کرنے والا اور دعوت دینے والا پیدا نہ ہوا ہو، کوئی تحریف ہوئی ہو اس کی تردید کرنے والا، اور سازش ہوئی ہو، اور اس کی قلعی کھولنے والا اور طشت ازبام کرنے والا پیدا نہ ہوا ہو، میں نے تسلسل کے ساتھ بتایا ہے کہ جس چیز کی ضرورت ہوئی اس ضرورت کو پورا کرنے والا پیدا ہوا، اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہے، آپ نے یہ فرمایا ہے کہ ہر زمانہ میں قیامت تک اس امت میں وہ لوگ پیدا ہوتے رہیں گے: "ینفون عنہ تحریف الغالین وانتحال المبطلین، وتاویل الجاھلین"۔ یہ الفاظ بالکل معجزانہ ہیں، اگر آپ گمراہیوں کو، جو ان امتوں کو پیش آتی ہیں، سلطنتوں اور نظامہائے حکومتوں کو پیش آتی ہیں، اس کے لئے جو چیزیں چیلنج کرنے والی ہیں اور خطرناک ہیں، اور ان تینوں میں سے کسی عنوان میں داخل کر سکتے ہیں، جو غلو پسند لوگوں کی تحریف کو دور کر سکیں، اور جو لوگ خواہ مخواہ ادعاء کرتے ہیں، ان کی وہ قلعی کھولتے رہیں گے، اور جو لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اپنی عزت رکھنے کے لئے اور اپنی ذہانت ظاہر کرنے کے لئے تاویل کرتے ہیں، اب آپ اسلامی تاریخ کو شروع سے لے کر اب تک دیکھیں، کسی زمانہ میں جو فتنہ پیدا ہوا، کسی میں امام حسن بصریؒ پیدا ہوئے یا، کسی میں امام احمد بن حنبل کو پیدا کیا، امام ابوالحسن اشعری اور امام غزالی کو پیدا کیا، اس کے بعد سوسائٹی میں کچھ کمزوریاں پیدا ہوئیں، کچھ تجارت اور کمائی کے سلسلہ میں، تعلقات کے سلسلے میں جب ذرا اصولوں سے، اسلام کے معیار اور اسلام کی تعلیمات سے لوگ ہٹنے لگے تو ابن الجوزی کو پیدا کیا، اور ایمان میں کمزوریاں پیدا ہونے لگیں تو ابن تیمیہ کو پیدا کیا، جب لوگ خدا کو سلطنتوں کے اثر سے، عہدوں کی لالچ میں اور اپنی انسانی کمزوریوں کو دبا کر بھولنے اور بھلانے لگے اور ملک پرستی میں لگ گئے، تو امام وقت، مصلح اور داعی پیدا کیا، جن کی وجہ سے لوگوں نے کہا ہے کہ ہزاروں ہزار اس زمانہ میں جو جرائم پیشہ لوگ تھے، وہ تائب ہوئے۔ بعض لوگوں پر اثر پڑتا تھا وہ تاب نہیں لا سکتے تھے وہ جان دے دیتے تھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ صرف بغداد ہی نہیں بلکہ براعظم افریقہ تک، جنوب ایشیا تک اس کے اثرات پیدا ہوئے، ہندوستان میں آئے، تاریخ شاہد ہے کہ مجدد الف ثانی جن کو اقبال کہتے ہیں

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

مجدد الف ثانی پیدا ہوئے، جب ہندوستان کا رخ پھیرا جانے لگا، دانشوروں نے یہ پٹی پڑھائی، کہ ہر مذہب کی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے، قریب تھا کہ ہندوستان کا رشتہ اسلام سے ٹوٹ جائے اور مسلمان بالکل آزاد ہو جائیں، اکبر نے پادریوں کو بلوایا، مناظرہ کروایا، ان کی باتیں سنیں اور مذاہب کے پیشواؤں کو بھی موقع دیا، اور ہندوستان کے مسلمانوں کی آبادی ایک علمی اضطراب میں، ایک ذہنی تضاد اور پریشانی میں مبتلا ہو گئی، اس وقت مجدد الف ثانی کھڑے ہوئے اور انہوں نے اسلام کی دعوت دی، پھر اس کے بعد ایک وقت آیا، اسلامی علوم، خاص طور پر قرآن و حدیث کی تعلیم کم ہو گئی، اور

عوام کا تعلق ان سے ٹوٹنے لگا۔ اس وقت شاہ ولی اللہ صاحب کو پیدا کیا۔ اس کے بعد ان کے اخلاف سید احمد شہید، شاہ اسمٰعیل شہید وغیرہ پیدا ہوئے، آپ کو معلوم ہوگا لوگوں نے احتیاط کے ساتھ کہا ہے کہ کم از کم تیس لاکھ افراد ان کے ہاتھ پر تائب ہوئے، اور غازی پور بھی تشریف لائے اور ان کے ساتھ یہاں بھی ایسا تعلق پیدا ہوا کہ جان دینے کے لئے تیار ہوئے اور یہاں بہت مخلص لوگ پیدا ہوئے۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ کسی مذہب کے لئے دو چیزیں بہت ضروری ہیں، ایک چیز یہ ہے کہ وہ اپنی اصلیت پر قائم رہے، اس کی اور یجنلٹی نہ جائے اور اصلیت سے دست بردار نہ ہونا پڑے۔

ابھی حال ہی میں ایک کتاب آئی ہے اس میں بتایا ہے کہ موجودہ عیسائیت حضرت مسیح علیہ السلام کی لائی ہوئی نہیں ہے، حضرت مسیح علیہ السلام کے ساٹھ برس کے بعد سینٹ پال کے زمانہ سے اب تک کی تحقیق یہ ہے کہ رومن امپائر نے اس کو ایجنٹ بنایا تھا کہ اس میں رومن میتھالوجی داخل کر کے اس سے سیاسی فائدہ اٹھایا جائے۔ چونکہ عیسائیت ایک طاقت کی طرح ابھر رہی تھی اور رومن امپائر اس سے ڈر رہا تھا، ان کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر یہ وسیع اور طاقتور مذہب بن گیا تو رومن اس پر اس طرح حکومت نہیں کر سکتے، یہ ایک بہت گہری سازش تھی کہ عیسائیت کے نام سے، عیسائی بنوا کر عیسائی مذہب اور قوم میں داخل کر دیا۔ اس کا اس طرح تعارف کرایا اور عزت دی کہ گویا وہ عیسائیت کا ترجمان بن جائے۔ چنانچہ تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ موجودہ عیسائیت حضرت مسیح علیہ السلام کی لائی ہوئی نہیں ہے، بلکہ سینٹ پال کی لائی ہوئی عیسائیت ہے۔ اور میں دوسرے مذاہب کے متعلق نہیں کہہ سکتا، وقت بھی نہیں ہے مثلاً "بودھسٹ" ہے ایک سوشل یونیفارم کے طور پر اور مذہب میں جو افراط و تفریط پیدا ہو گئی تھی اس کو دور کرنے کے لئے پیدا ہوئی، جیسا کہ ہمارے ہندوستان کے بہت سے مؤرخوں نے لکھا ہے کہ وہ چیزیں باہر سے آگئیں جن کو گوتم بدھ مٹانا چاہتے تھے، اور بت پرستی بھی آگئی میں نے خود دیکھا ہے۔ لاہور اور پشاور کے درمیان ایک شہر ہے وہاں اتفاق سے ایک ذمہ دار ہمارے اضلاع کے تھے، ہم پشاور جا رہے تھے تو انہوں نے وہ میوزیم دکھایا۔ اتنے مجسمے گوتم بدھ کے تھے کہ آدمی کو متلی آنے لگے کہ کوئی حد ہے! اور یاد رکھیے بعض زبان دانوں نے کہا ہے کہ اردو اور فارسی میں بت کا جو لفظ آیا ہے، وہ بدھ کا بگڑا ہوا لفظ ہے، یعنی بدھسٹ میں اتنی بت پرستی آگئی تھی کہ بودھ کے بجائے بت کہہ دینا کافی تھا، تو مذاہب کی تاریخ میں آپ کو بہت سے ایسے خدا ملیں گے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کو وقت پر کوئی ایسا آدمی اس میں جان ڈالنے والا اور پیغمبر یا تعلیم دینے والا جو اس کی تعلیم کے مطابق بنائے، بالکل اس کو وہاں پر کھڑا کر دے جہاں اس نے چھوڑا تھا، لیکن یہ بات نہیں ہوئی، یہ بات ایک تاریخی حقیقت کے طور پر، ایک انسانی فطرت کے طور پر کہ انسان جدت پسند ہے، اور وہ زمانہ سے متاثر ہوتا ہے۔

تو میں یہ کہہ رہا ہوں کہ مدارس کے جو خاص کام ہیں، اور مدارس کے علم برداروں نے، مدارس تو عمارتوں کا نام ہے، لیکن جو انسانی مدارس تھے یعنی انسانی شکل میں جو مدارس اور معلم تھے اور تعلیم گاہیں تھیں۔ ان لوگوں نے دو کام کئے۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ اسلام کو اس شکل پر لے آئے، جس شکل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا، اور صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں جس شکل میں تھا۔ اور یہ تاریخ بتاتی ہے کہ بڑی کامیابی ہوئی اور بعض بعض بدعات اور سی سی چیزیں ایسی مٹیں کہ اس کا تاریخ کے ذریعہ سمجھنا مشکل ہے کہ وہ کیا تھے اور اب کیا ہوئے، وہ ایک تاریخی داستان کے طور پر رہ گئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ زمانہ کو جس رہنمائی کی ضرورت تھی وہ رہنمائی ملی، اجتہاد یعنی زمانہ کے جو نئے مسائل ہیں ان کو سامنے رکھ کر اجتہاد کیا جائے، اور خالص دین کی تعلیم اور دین کے اصول کے ماتحت ان کو منطبق کیا جائے اور ان کو یہ بتایا جائے کہ زمانہ کی تبدیلی میں خلا معلوم ہوتا ہے اسی خلا کو دور کیا جائے اور اس کو بتایا جائے کہ اسلام کی تعلیم فلاں موقع پر یہ رہنمائی کرتی ہے، فلاں موقع پر یہ رہنمائی کرتی ہے، اور یہاں تک جایا جا سکتا ہے، اور پھر اس سے

بچنے کی ضرورت ہے، اجتہاد کا کام مسلسل ہوتا رہا اور علماء نے اس میں اتنا احتیاط کیا، اس کو بھی میں ایک نکتہ کے طور پر بتاؤں، علامہ اقبالؒ نے کہا ہے کہ صرف تاتاریوں کے ابتدائی دور میں مسائل کا استنباط اور اجتہاد کا کام، اللہ نے محفوظ رکھا، تاتاریوں نے اثر چھوڑا اور وہ اثر ڈال کر مسائل نکلوائیں گے اور اس سے امت گمراہ ہو گی کہ اس پر عمل کرو، اس کو موقع نہ مل سکے کہ وہ اس سے استنباط کریں اور سیاسی فائدہ اٹھائیں، یہ دو کام ہیں جس کو صرف مدارس کے علماء کر سکتے ہیں، ماہرین علم و فن، ماہرین تفسیر و حدیث اور ماہرین فقہ و اصول فقہ اور ماہرین ادب و زبان کر سکتے ہیں، بلکہ ان سب کے جامع وہ یہ کہ مذہب اپنی اصل روح، اپنی اصلی حقیقت، اپنی اصلی طاقت اپنی اصلی تعلیم کے ساتھ باقی رہے، ذرہ برابر فرق نہ آنے پائے، بادشاہوں کی طرف سے رشوتیں دی جائیں، چاہے دھمکیاں دی جائیں، اور چاہے خطرات پیدا ہوں، چاہے بڑے بڑے منافع اس کے سامنے ہوں، بالکل اس کی پرواہ نہ کریں، اس لئے کہ ایک نہیں دو نہیں، پچاس نہیں، سینکڑوں انسان ہیں، ان کا یہ حال ہے کہ بادشاہ وقت نے چاہا کہ علماء کچھ بھی قبول کرلیں، لیکن انہوں نے انکار کردیا، یہاں تک احتیاط کیا، میں چھوٹا سا واقعہ سناتا ہوں۔

ابن طاؤس بیٹھے ہوئے تھے منصور خلیفہ کے پاس، خلیفہ کو کچھ لکھنا تھا کہا ذرا قلم اٹھا دیجئے: ان کا ہاتھ ہلا نہیں، انہوں نے کہا کہ میں قلم نہیں دے سکتا ہوں، کہا کیوں؟ جواب دیا کہ معلوم نہیں آپ کیا لکھیں، اور میں گناہگار ہوں۔ ایک نہیں سینکڑوں صفحات علماء کے تذکروں پر ملیں گے۔ انہوں نے ایک حرف کی تبدیلی بھی گوارہ نہیں کی، اور کہا کہ مسئلہ یوں ہی ہے اور رہے گا۔ قول حق کے خاطر اپنی جان اور خاندان کا خطرہ سمجھتے۔ نے بھی اور خودکشی کا خطرہ سمجھتے ہوئے بھی انہوں نے حق بات کہی، ان ہی کی بات مانی گئی، یہ دو چیزیں ہیں وہ یہ ہیں کہ اسلام اپنی اصلیت پر ہے، اپنی اصلی تعلیمات پر رہے، اس میں ذرہ برابر فرق نہ ہو۔ اور زمانہ کی ضرورت کو پورا کرنا، زمانے کے تقاضے کی تکمیل کرنا، امت اور دین اور زمانے کے درمیان کوئی فرق یا تضاد یا خلا پیدا نہ ہونے دینا، اس لئے کہ جو دین اپنے زمانہ سے ٹوٹ جائے، زمانہ سے اس کا پیوند جدا ہو جائے اور زمانے والے کہنے لگیں اور زمانہ خود اپنے زبان حال سے کہنے لگے کہ یہ دین اب چلنے والا نہیں ہے، پھر وہ دین چلتا نہیں ہے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے کہ یہ دین ابھی تک اپنی اصلی حالت ہی پر نہیں بلکہ اپنے ارکان اور عقائد کے ساتھ، عبادات کے ساتھ۔ طریقہ عبادت کے ساتھ موجود ہے، اس کی عیدین اسی طرح منائی جاتی ہیں جس طرح منائی جانی چاہیئے، اس کے فرائض ادا کئے جاتے ہیں، ساری دنیا میں کفن دیا جاتا ہے، نماز جنازہ پڑھائی جاتی ہے، عقیقہ اسی طریقہ سے ہوگا، ختنہ اسی طریقہ سے ہوگا۔ شادی اسی طریقہ سے ہوگی، ایجاب و قبول اسی طریقہ سے ہوگا، مہر باندھا جائے گا۔ طلاق کے لئے بھی احکام ہیں، یہ معمولی نہیں ہے، اس میں سب سے پہلے ہاتھ تو ان علماء ربانیین کا ہے، نائبین رسول کا ہے، اور پھر ان کے مرکزوں کا ہے جس میں مدارس عربیہ اور دینیہ ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ زمانہ کی ضرورت کو پورا کرنا، زمانے کے چیلنج کا مقابلہ کرنا، زمانہ کے تغیر سے متاثر نہ ہونا اور اس سے دین میں تحریف اور امت میں کوئی انحراف اور ضلالت پیدا نہ ہونے دینا۔ یہ دو چیزیں ہیں، ایسے دین کے لئے ضروری ہیں جس کو قیامت تک کے لئے بھیجا گیا ہے اور قیامت تک رہنا ہے۔ اور اس کے متعلق کہہ دیا گیا ہے۔

"الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا"

حدیث میں آتا ہے کہ ایک یہودی آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس، اس نے کہا امیر المومنین! ایک آیت آپ قرآن شریف میں پڑھتے ہیں، اگر یہ آیت ہم یہودیوں کی کتاب میں آئی ہوتی تو ہم اس دن خوشی میں تہوار منایا کرتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون سی آیت ہے؟ الیوم اکملت لکم دینکم " حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی تہوار کی ضرورت نہیں، یہ تو عرفہ کے دن، اور جمعہ کے دن نازل ہوئی، ہمارے یہاں عید کی ضرورت نہیں، یہ تو عید

سے بڑھ کر ہے، یہ دو عیدیں ہیں۔ عید الاضحیٰ یہ تو بالکل سادے طریقے پر منائی جاتی ہے۔

حضرات! تو یہ ہے ہمارے مدارس کی افادیت، اس خصوصیت اور امتیاز کو اور خدا کی اس نعمت کو باقی رکھیں، ایک تو دین اپنی اصلی حالت میں ہو جو اللہ کے رسول لے کر آئے، اور خلفاء راشدین اور سابقین اولین، اور عمومی طور پر اس پر پوری امت چلتی رہی، تمام دنیا میں دین پر عمل ہوتا رہا، دوسری یہ کہ زمانے سے اس کو پیچھے نہ رہنے دیں، اور زمانہ کی وجہ سے نہ تو اس میں کوئی ایسی تبدیلی کریں کہ دین میں تبدیلی ہو، اور نہ بالکل زمانہ کی ضرورت کو نہ سمجھیں اور کان بند کر لیں کہ ہم کچھ نہیں سنتے، ایسا نہیں، بلکہ زمانہ کی تبدیلی کو دیکھیں اور اس کا جائزہ لیں، کہ کس حکم سے اس کا تضاد اور ٹکراؤ ہے، اور کتنی چیز سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ مثلاً دین میں وہ حکم موجود ہے، کتنی رخصت ہے، کتنی رعایت ہے، وہ رعایت بتا دیں، لیکن مسئلہ نہ بدلے گا، یہ چیز دین اور امت کی بقا کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا ہمارے اور آپ کے لئے سانس لینا ضروری ہے، اور ہمارے اور آپ کے لئے روح کا ہونا ضروری ہے، دین اپنی اصل پر بھی رہے اور زمانہ کی رہنمائی بھی کر سکے، اور زمانہ کا انتساب بھی کر سکے، اور زمانہ کے جائز تقاضوں کو سمجھ سکے، اور بقدر جواز جتنا اسلام اجازت دیتا ہے، ترمیم کرے اور اس کی رعایت کرے، اس کے لئے مدارس ہیں، جو تفقہ اور رسوخ فی الدین اور اجتہاد کی صلاحیت بھی پیدا کرتے ہیں اور ان کے اندر دین کی حمیت بھی ہے اور دین کی حفاظت کا جذبہ بھی ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ نسل انسانی کو بھی سمجھتے ہیں اور زمانہ کا مطالعہ بھی کرتے رہتے ہیں اور وہ زمانہ کے جائز تقاضوں کو بھی سمجھتے ہیں، اس حد تک کہ شریعت میں اس کی رعایت کی گنجائش ہے، اسی کا نام تفقہ ہے اور اس سے بڑھ کر اجتہاد ہے. اور اسی کا نام صحیح رہنمائی ہے، ہمارے مدارس دین کا مرکز ہیں، اس لئے ان کا قائم رکھنا، ان کی حفاظت فرض ہے، دین کی حفاظت تو اللہ کے ذمہ ہے.

انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون.

لیکن ہمارے ذمہ بھی کچھ کیا ہے. اسی کے ہمیں احکام دیئے گئے، دین کی تبلیغ کرو. حالات کا مقابلہ کرو، یہ مدارس کا قیام اور بقا اور ان کی ترقی اور مدارس سے محبت اور ان کی سرپرستی دین کا ایک تقاضا ہے، اور دینی غیرت کا تقاضا ہے، اور دین سے محبت کا تقاضا ہے، دین سے محبت اور بقاء کے جذبہ کا تقاضا ہے، ان ہی کی اصل قیمت ہے اور افادیت ہے اور یہی ان کی اصل ضرورت ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

نرخنامہ اشتہارات نقیب ختم نبوت

ٹائیٹل کا آخری صفحہ سالم ——— =/۲۰۰۰ روپے

ٹائیٹل کا دوسرا اور تیسرا صفحہ ——— =/۱۵۰۰ روپے

عام صفحہ (سالم) ——— =/۱۰۰۰ روپے

عام صفحہ (۱/۲) ——— =/۵۰۰ روپے

عام صفحہ (۱/۴) ——— =/۳۰۰ روپے

مستقل معاونین کے لئے خصوصی رعایت

سرکولیشن منیجر ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت دارِ بنی ہاشم ملتان